International Research Journal of Arabic and Islamic Studies, Vol.:03, Issue: 01,Jan-June 2023
PP: 146-155

OPEN ACCESS
IRJAIS
ISSN (Online): 2789-4010
ISSN (Print): 2789-4002
www. irjais.com

قصہ ذوالقرنین میں مشکلات القرآن کی علمی توجیہات کا مطالعہ مولانا محمد عبدالخالق باجوڑیؒ کی فکر کے تناظر میں

Study of scientific perspectives on the difficulties of the Quran in the story of Dhul-Qarnain, in light of the thoughts of Maulana Muhammad Abdul Khaliq al-Bajuri

Faizullah
Ph.D Scholar Islamic Theology Department Islamia College University Peshawar

Dr. Muhammad Aziz
Assistant Professor Islamic Theology Department Islamia College University Peshawar

Abstract

The second source of Islamic law is Hadith. Hadith is the interpretation and explanation of the Quran. This is why the noble companions, their followers, and their followers' followers not only acted upon the teachings of the Prophet but also preserved them in written form. Similarly, in the service of Hadith, Muhammad bin Ismail al-Bukhari emerged as a prominent figure. He compiled the authenticated book of Hadith known as "Sahih al-Bukhari." Considering the importance of this book, numerous commentaries were written on it. Among them is the commentary "Ghunyat al-Qari Sharh Sahih al-Bukhari" by Maulana Abdul Khaliq al-Bajuri from Pakistan and India. In this commentary, the author has mentioned the

CC BY

story of Dhul-Qarnain and has also explained the scientific aspects of the difficulties faced in understanding the Quran about the said story.

***Key Words**: Hadith, Ghunyat- al-Qari, Sahih al-Bukhari ,Zul-Qarnain, Hadith.*

تمہید:

قرآن مجید اللہ تعالی نے اپنے بندوں کی ہدایت و رہنمائی کے لیے نازل فرمایا ہے اس میں انبیاء کرام اور اللہ کے نیک بندوں کے واقعات عبرت کے طور پر بیان کئے گئے ہیں ذوالقرنین کے قصہ میں اللہ کی قدرت کی عظیم نشانیاں موجود ہیں تاکہ ایمان والوں کا اپنے رب پر ایمان مزید پختہ اور قوی ہو جائے۔ اس لیے قدرے تفصیل کے ساتھ یہ واقعہ بیان کیا گیا ہے البتہ اس واقعہ کے بیان میں بہت سی چیزیں ایسی ہیں جو عام فہم میں نہیں آتیں اور انہیں مشکلات القرآن میں شمار کیا گیا ہے، جن کی اس فن کے ماہرین نے مختلف توجیہات بیان کی ہیں، انہی میں مولانا عبدالخالق باجوڑیؒ بھی ہیں، جنہوں نے اپنے ایک مخصوص انداز سے قصہ ذوالقرنین میں وارد مشکلات القرآن کو حل فرمایا، ذیل میں اس کا جائزہ لیا جاتا ہے۔

قصہ ذوالقرنین

قَوْلُ اللَّهِ تَعَالَى {وَيَسْأَلُونَكَ عَنْ ذِي القَرْنَيْنِ قُلْ سَأَتْلُو عَلَيْكُمْ مِنْهُ ذِكْرًا. إِنَّا مَكَّنَّا لَهُ فِي الأَرْضِ وَآتَيْنَاهُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ سَبَبًا} [الكهف: ٨٤] (فَاتَّبَعَ سَبَبًا) - إِلَى قَوْلِهِ - (ائْتُونِي زُبَرَ الحَدِيدِ) «وَاحِدُهَا زُبْرَةٌ وَهِيَ القِطَعُ»{حَتَّى إِذَا سَاوَى بَيْنَ الصَّدَفَيْنِ} [الكهف: ٩٦] يُقَالُ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ: الجَبَلَيْنِ، وَالسُّدَّيْنِ الجَبَلَيْنِ {خَرْجًا} [الكهف: ٩٤] : «أَجْرًا» ، {قَالَ انْفُخُوا حَتَّى إِذَا جَعَلَهُ نَارًا قَالَ آتُونِي أُفْرِغْ عَلَيْهِ قِطْرًا} [الكهف: ٩٦] : " أَصْبُبْ عَلَيْهِ رَصَاصًا، هذا وَيُقَالُ الحَدِيدُ، وَيُقَالُ: الصُّفْرُ" وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: «النُّحَاسُ»﴾و قول الله تعالى: و يسالُونك عن ذي القرنين قل سأتلوا عليكم منه ذكرًا انا مكنا له في الارض و آتيناه من كل شئٍ سببًا[1] الى قوله آتوني زبر الحديد﴿

(قول اللہ) یہ مجرور ہے اور اس کا عطف اول قول اللہ پر ہے جب کہ بخاری کے بعض نسخوں میں "باب قول اللہ تعالیٰ الیٰ آخرہ آیا ہے یعنی یہاں سے نیا باب شروع کیا ہے اور حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں الیٰ قولہ سببا تک کا ذکر ہے اور آگے جا کر پھر "آتونی زبر الحدید" پر سب متفق ہو گئے ہیں۔ یہ سورہ کہف کی آیات ہیں اور سببا کے بعد کی آیات اور ترجمہ یہ ہے۔ "﴾فاتبعَ سببًا حتى اذا بلغَ مغرب الشمس وجدها تغرب في عين حمئة و وجد عندها قومًا قلنا يا ذا القرنين اما ان تعذب و اما تتخذ فيهم حسنا قال آتوني افرغ عليه قطرًا، فما اسطاعوا ان يظهروه و ما استطاعوا له نقبًا﴿

"اور تم سے ذوالقرنین کے بارے میں دریافت کرتے ہیں۔ کہہ دو کہ میں اس کا کسی قدر حال تمہیں پڑھ کر سناتا ہوں (۸۳) ہم نے اس کو زمین میں بڑی دسترس دی تھی اور ہر طرح کا سامان عطا کیا تھا[2] (۸۴) تو اس نے (سفر کا) ایک سامان کیا (۸۵) یہاں تک کہ جب سورج کے غروب ہونے کی جگہ پہنچا تو اسے ایسا پایا کہ ایک کیچڑ کی ندی میں ڈوب رہا ہے اور اس (ندی)

کے پاس ایک قوم دیکھی۔ ہم نے کہا ذوالقرنین! تم ان کو خواہ تکلیف دو خواہ ان (کے بارے) میں بھلائی اختیار کرو (دونوں باتوں میں تم کو قدرت ہے) (۸٦) ذوالقرنین نے کہا کہ جو (کفر و بد کرداری سے) ظلم کرے گا اسے ہم عذاب دیں گے۔ پھر (جب) وہ اپنے پروردگار کی طرف لوٹایا جائے گا تو وہ بھی اسے بُرا عذاب دے گا (۸۷) اور جو ایمان لائے گا اور عمل نیک کرے گا اس کے لئے بہت اچھا بدلہ ہے۔ اور ہم اپنے معاملے میں (اس پر کسی طرح کی سختی نہیں کریں گے بلکہ) اس سے نرم بات کہیں گے (۸۸) پھر اس نے ایک اور سامان (سفر کا) کیا (۸۹) یہاں تک کہ سورج کے طلوع ہونے کے مقام پر پہنچا تو دیکھا کہ وہ ایسے لوگوں پر طلوع کرتا ہے جن کے لئے ہم نے سورج کے اس طرف کوئی اوٹ نہیں بنائی تھی (۹۰) (حقیقت حال) یوں (تھی) اور جو کچھ اس کے پاس تھا ہم کو سب کی خبر تھی (۹۱) پھر اس نے ایک اور سامان کیا (۹۲) یہاں تک کہ دو دیواروں کے درمیان پہنچا تو دیکھا کہ ان کے اس طرف کچھ لوگ ہیں کہ بات کو سمجھ نہیں سکتے (۹۳) ان لوگوں نے کہا ذوالقرنین! یاجوج اور ماجوج زمین میں فساد کرتے رہتے ہیں بھلا ہم آپ کے لئے خرچ (کا انتظام) کر دیں کہ آپ ہمارے اور ان کے درمیان ایک دیوار کھینچ دیں (۹۴) ذوالقرنین نے کہا کہ خرچ کا جو مقدور خدا نے مجھے بخشا ہے وہ بہت اچھا ہے۔ تم مجھے قوت (بازو) سے مدد دو۔ میں تمہارے اور ان کے درمیان ایک مضبوط اوٹ بنا دوں گا (۹۵) تو تم لوہے کے (بڑے بڑے) تختے لاؤ (چنانچہ کام جاری کر دیا گیا) یہاں تک کہ جب اس نے دونوں پہاڑوں کے درمیان (کا حصہ) برابر کر دیا۔ اور کہا کہ (اب اسے) دھونکو۔ یہاں تک کہ جب اس کو (دھونک دھونک) کر آگ کر دیا تو کہا کہ (اب) میرے پاس تانبہ لاؤ اس پر پگھلا کر ڈال دوں پھر ان میں یہ قدرت نہ رہی کہ اس پر چڑھ سکیں اور نہ یہ طاقت رہی کہ اس میں نقب لگا سکیں"[۳]۔

ذوالقرنین سے متعلق یہود کا سوال

روایت کی گئی ہے کہ یہود نے قریش سے کہا کہ محمد سے تین سوالوں کے بارے میں پوچھو اگر اس نے دو کے جوابات دے دیئے اور ایک کا جواب نہ دیا تو پھر یہ نبی ہے ان سے اصحاب کہف، ذوالقرنین اور روح کے بارے میں سوال کرو چنانچہ جب انہوں نے نبی کریم ﷺ سے ان تینوں کے بارے میں سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ کل میں تم کو ان کے بارے میں خبر دوں گا اور ان شاء اللہ کہنا بھول گئے جس کی وجہ سے چالیس دن تک وحی نہیں آئی پھر اس کے بعد وحی نازل ہوئی"[٤] ﴿و لا تقولن لشيءٍ اني فاعل ذلك غدًا الا ان يشاء الله﴾ پھر اس کے بعد اصحاب کہف اور ذوالقرنین کے واقعات ان کو بیان فرمائے اور روح کے سوال کو مبہم رکھا۔ چنانچہ معنی ہوگا کہ یہود یا قریش آپ سے ذوالقرنین کے بارے میں سوال کرتے ہیں (قل) کہہ دیجئے یہ نبی کریم ﷺ کو خطاب ہے (ساتلوا علیکم منہ ذکرا) یعنی عنقریب میں تم کو اس کی حالت سے خبردار کروں گا "اتلو" فعل "تلو" سے نہیں بلکہ "تلاوۃ" سے مشتق ہے۔

ذوالقرنین کی قرآنی تاریخ

(انا مكنا له في الارض) ہم نے اس کو قوت عطاء کی تھی زمین میں سیر و تفریح کو آسان کرانے کے ساتھ (وآتيناه من كل شيئ سببا) یعنی ہم نے اس کو ہر وہ چیز عطاء کی تھی کہ اپنے مقصود تک پہنچنے کے لئے اس کو ضرورت پڑ سکتی تھی اور

بعض نے کہا ہے کہ اس سے مراد علم ہے کہ وہ اس علم کو اپنی مراد تک پہنچنے کے لئے سبب اور وسیلہ بناتے تھے یہ قول حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے۔ بعض کے ہاں اس سے مراد راستوں کا علم ہے کہ ہم نے اس کے لئے اطراف دنیا کو مسخر کر دیا تھا جس طرح کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے ہوا کو تابع کر دیا گیا تھا۔ اور ایک معنی یہ کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو ہر امت اور جماعت پر ایک ہیبت اور غلبہ عطا کیا تھا یہ بھی کہا گیا ہے کہ ہم نے اس کو وہ چیز عطا کی تھی جس کے ذریعے سے وہ اپنے دشمن پر میدان جنگ میں مدد حاصل کرتا تھا۔ بخاری شریف کے بعض نسخوں میں سببا کے ساتھ طریقا لکھا گیا ہے کہ اس کا معنی راستہ ہے (حتی اذا بلغ) اس کا فاعل ذوالقرنین ہے کہ جب ذوالقرنین پہنچے (مغرب الشّمس) سورج غروب ہونے کی جگہ کو (وجدها تغرب في عين حمئة) یہ سورج ایسے چشمے میں غروب ہو رہا تھا جس میں کالا کیچڑ ہی پڑا تھا۔

سورج کا چشمہ میں غروب ہونا: مشکلات القرآن کے تناظر میں علامہ باجوڑی کی فکر کا جائزہ

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ علم الابعاد اور علم الاجرام میں یہ آیا ہے کہ سورج زمین سے ایک سوچیاسٹھ گنا بڑا ہے جب کہ زمین سورج کا چوتھائی یا آٹھواں حصہ ہے تو پھر اتنا بڑا سورج اجزاء زمین کے ایک جز میں کس طرح غروب ہو سکتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس بارے میں کئی وجوہات سے تاویلیں بیان کی گئیں ہیں۔

پہلی یہ ہے کہ ذوالقرنین جانب مغرب ایسی جگہ پہنچ گئے تھے جہاں سے آگے کوئی بھی آبادی وغیرہ کچھ بھی نہ تھا تو اس نے سورج کے غروب ہونے کو اس طرح سمجھا کہ گویا وہ ایک کالے کیچڑ والے چشمے میں ڈوب رہا ہے پس یہ ایک گمان تھا جب کہ حقیقت میں اسی طرح بالکل نہیں تھا۔[۵] اس کی مثال ایسی ہے کہ جب کوئی سمندر میں سفر کر رہا ہوں اور اس کو سمندر کا کنارہ نظر نہ آرہا ہو اور سورج غروب ہونے کے قریب ہو تو اس کو ایسا نظر آتا ہے کہ گویا یہ سورج سمندر ہی میں غروب ہو رہا ہے جب کہ حقیقت میں یہ سورج اس کے پیچھے غروب ہو رہا ہوتا ہے۔ یہ تاویل ابو علی جبائی نے اپنی تفسیر میں ذکر کی ہے۔

دوسری تاویل یہ کی گئی ہے کہ مغربی جانب ایسے علاقے تھے جن کو چاروں طرف سے سمندر نے گھیرا ہوا ہے تو سورج کو دیکھنے والا یہ گمان کرتا ہے کہ سورج اسی سمندر میں غروب ہو رہا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ مغربی جانب کا سمندر بہت گرم ہے اس لئے ایک قراءت میں "فی عین حمِئۃ" کے بجائے "فی عین حامِیۃ" بھی آیا ہے اور زیادہ کالا کیچڑ اور پانی کے پائے جانے کی وجہ سے ایک قراءت "حمِئۃ" کی بھی آئی ہے چنانچہ "تغرب فی عین حمِئۃ" میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ زمین کی مغربی جانب کا سمندر نے احاطہ کیا ہے اور یہ بہت گرم جگہ ہے۔[۶]

تیسری تاویل یہ بیان کی گئی ہے کہ بعض اہل دانش کہتے ہیں کہ سورج ایسے چشمے میں ڈوبتا ہے جسمیں پانی اور کیچڑ بہت زیادہ ہے جب کہ درحقیقت یہ بات درست نہیں اس لئے کہ دنیا میں ہر جگہ ایک ہی وقت نہیں ہوتا ہے بلکہ ممالک کے اوقات مختلف ہوتے ہیں چنانچہ جب ہم چاند گرہن کے وقت غور کرتے ہوئے دیکھ لے تو اہل مغرب کہتے ہیں کہ یہ گرہن رات کے اول حصے میں ہوا تھا اور اہل مشرق کو دیکھتے ہیں تو وہ کہتے ہیں یہ گرہن دن کے اول حصہ میں ہوا تھا چنانچہ اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اہل مغرب کے ہاں رات کا ابتدائی وقت جو ہو رہا تھا تو اس وقت اہل مشرق کے ہاں دوسرے دن کا ابتدائی وقت ہو رہا تھا بلکہ ہمارے نزدیک یہی رات کا اول وقت تھا اور یہ وقت ایک ملک میں عصر، دوسرے ملک میں ظہر، تیسرے میں چاشت،

چوتھے میں طلوع شمس اور پانچویں ملک میں آدھی رات کا وقت ہو رہا ہو گا۔[7]

ذوالقرنین کے نبی ہونے پر قرآنی استدلال کا جائزہ

(قلنا یاذالقرنین اما ان تعذب واما ان تتخذفیھم حسنا) امام فخر الدین رازی نے اپنی تفسیر الکبیر میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان "قلنا یاذالقرنین اماان تعذب واماان تتخذ فیھم حسنا" میں اس پر دلالت ہو رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ذوالقرنین کے ساتھ ہم کلامی بغیر کسی واسطہ کے کی تھی جس یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ آپ نبی تھے۔ اور بعض نے اس لفظ کو اس بات پر محمول کیا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اس وقت کے نبی کے ذریعے خبردار کیا تھا۔ اس وقت یہ ظاہری معنی سے عدول ہو گی۔

تاریخ دانوں نے کہا ہے کہ اس جگہ کی صفت میں کئی عجیب اور غریب اشیاء کا تذکرہ ملتا ہے۔ ابن جریج نے کہا ہے کہ یہاں ایک شہر ایسا بھی تھا جس کے بارہ سو دروازے تھے اگر اس کے لوگوں کی آوازیں نہ ہوتیں تو لوگ سورج جب غروب ہو رہا ہوتا تو اس کے غروب ہونے کی حالت اور آواز کو سنتے تھے[8] اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اہل مغرب کافر تھے اس وجہ سے کہ اگر یہ لوگ اپنے کفر پر برقرار رہے تو اللہ تعالیٰ نے اس کو سزا دینے اور ان پر احسان کرنے اور ان کو معاف کرنے کا اختیار ذوالقرنین کو دے رکھا تھا۔ اکثر کے ہاں اس عذاب سے مراد ان کو قتل کرنا تھا اور ان کے ساتھ بھلائی کرنے سے مراد ان کو زندہ چھوڑنا ہے۔ پھر ذوالقرنین نے کہا کہ جس نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے یعنی کفر پر قائم رہا ہے اور یہاں ظلم سے مراد شرک لینے پر دلیل یہ ہے اس کے مقابلے میں یہ کہا ہے کہ جس نے ایمان لایا اور نیک اعمال کیے تو اس کے لئے اچھا بدلہ ہے۔ اس قول کے بعد ذوالقرنین نے فرمایا (فسوف نعذبہ) کہ میں اس کو اس دنیا میں قتل کی سزا دوں گا (ثم یرد الی ربہ فیعذبہ عذابا نکرا) پھر ان کو آخرت میں اپنے رب کے پاس واپس لوٹنا ہے تو اس وقت اللہ تعالیٰ ان کو سخت عذاب سے دیں گے (واما من اٰمن و عمل صالحا فلہ جزاء الحسنی) اس میں لفظ جزاء منصوب ہے اور اس پر تنوین بھی ہو سکتا ہے اس طرح کی قراءت امام حمزہ امام کسائی اور امام حفص نے عاصم سے نقل کی ہے اور باقی حضرات نے جزاء کو رفع اور اضافت کے ساتھ پڑھا ہے۔ پہلی قراءت کے مطابق تقدیر کلام اس طرح ہو گا "فلہ الحسنی جزاء" جس طرح کہ تو کہتا ہے کہ "لک ھذا الثوب ھبۃ" یہ کپڑا ہبہ کے طور پر تیرا ہے، اور دوسری قراءت پر اس کی تفسیر میں دو وجہیں ہیں۔ پہلی وجہ میں عبارت ہو گی "فلہ جزاء الفعلۃ الحسنٰی" کہ اس کے لئے اچھا بدلہ دیا جائے گا اور اچھے عمل سے مراد ایمان اور اعمال صالحہ ہیں۔ اور دوسری وجہ میں تقدیر کلام ہو گا کہ "فلہ جزاء المثوبۃ الحسنی" تو معنی ہو گا کہ کہ وہ اس کے ایسی جزاء ملے گی جو ایک اچھے بدلے کی صورت میں ہو گی اور لفظ جزاء المثوبۃ الحسنی کے لئے موصوف ہو گا اور موصوف کی صفت کی طرف اضافت مشہور ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان "ولدار الاٰخرۃ اور حق الیقین" میں موصوف کی اضافت صفت کی طرف ہو رہی ہے۔[9]

پھر کہا (وسنقول لہ من امرنا یسرا) یعنی ہم اس کو مشکل اور مشقت کاموں کا حکم نہیں کریں گے بلکہ ہم آسان کام مثلاً زکاۃ، خراج، وغیرہ کے احکام ان پر نافذ کریں گے آیت میں لفظ "یسرا" تقدیرا "ذا یسر" ہے جس طرح کہ یہ

فرمان " قولا میسورا " میں میسورا " ذا میسور " ہے۔

لم نجعل لہ من دونھا سترا " کی تفسیری توجیہات :

(ثم اتبع سبباحتی اذا بلغ مطلع الشمس وجدھا تطلع) یعنی ایسے راستے پر روانہ ہوئے جو مشرق کی طرف جارہا تھا اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان "لم نجعل لہ من دونھا " میں دونھا کی ضمیر شمس کی طرف راجع ہے یعنی من دون الشمس (سترا) اس میں دو قول ہیں ایک تو یہ کہ وہاں کوئی درخت، پہاڑ، اور عمارتیں نہیں تھی کہ سورج کی شعاعوں کو ان پر پڑنے سے منع کرتی اور جب سورج طلوع ہوتا تھا تو وہ اپنے خیموں اور زمین کے اندر تہہ خانوں میں داخل ہوتے یا وہ پانی غوطے لگاکر نہارہے ہوتے تھے چنانچہ جب سورج طلوع ہوجاتا تو کام کرنا ان کے لئے بہت مشکل ہوتا تھا اور جب رات ہوجاتی تو یہ لوگ اپنے کام میں مشغول ہوجاتے اور ان کی حالت باقی لوگوں کے احوال سے مختلف تھی۔

دوسرا قول اس کے معنی کے بارے میں یہ ہے کہ ان کے کپڑے نہیں ہوں گے اور یہ دوسرے حیوانات کی طرح ہمیشہ برہنے ہوں گے اور علم ہیئت کی کتابوں میں کہا گیا ہے کہ اکثر زنجیوں کی حالت بھی اسی طرح تھی اور جو لوگ خط استواء کے قریب رہتے ہیں ان کی حالت بھی اس اسی طرح ہوتی ہے کتب تفسیر میں ہے کہ ان میں سے بعض نے کہا کہ میں سفر کرتے ہوئے چین سے پار چلا گیا تو وہاں میں نے ان لوگوں کے بارے میں پوچھ گچھ کی تو مجھے کہا گیا کہ تمہارے اور ان کے مابین ایک دن اور رات کی مسافت باقی ہے چنانچہ میں ان کے پاس پہنچ گیا تو ان میں سے ایک کو میں نے دیکھا کہ اپنے ایک کان کو بچھایا ہوا ہے اور دوسرے کو اپنے اوپر ڈالا ہوا ہے اور جب سورج طلوع ہونے کا وقت قریب ہوا تو میں نے گھنٹی کی آواز کی طرح آواز سنی جس کی وجہ سے مجھ پر غشی طاری ہوگئی پھر جب مجھے ہوش آیا تو وہ لوگ مجھے تیل کے ساتھ مالش کر رہتے تھے پھر جب سورج طلوع ہوا تو یہ سورج پانی کے اوپر تیل کی طرح نظر آتا تھا اور تو انہوں نے مجھے اپنے ساتھ ایک تہہ خانے میں لایا اور جب دن کا کچھ اوپر گزر گیا تو انہوں نے مچھلیوں کو شکار کرنا شروع کیا اور پھر شکار کی ہوئی مچھلیوں کو دھوپ میں رکھتے تو وہ سورج کی تپش کی وجہ سے خود بخود پک جاتی تھی اس طرح کی تفصیل تفسیر کبیر میں بیان کی گئی ہے۔

(کذالک وقداحطنا بمالدیہ خبرا) امام رازی نے کہا ہے اس میں کئی معانوں کا احتمال ممکن ہے:

ایک تو یہ کہ ذوالقرنین نے اس طرح کرتے ہوئے ان اسباب کو استعمال کر کے جہاں تک پہنچنا چاہا پہنچ گیا اور جس وقت ہم نے اس کو جو صلاحیت عطا کی تھی ہم کو اس کی بادشاہت اور اس کی شان وشوکت کے بارے میں پہلے سے علم تھا۔[10]

دوسرا معنی یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس قوم کی حالت کو اسی طرح بنادیا تھا جس کے بارے میں اللہ رب العزت نے اپنے پیغمبر علیہ السلام کو باخبر فرمادیا تھا۔

تیسرا معنی یہ ہے کہ اہل مشرق کی حالت بھی اسی طرح تھی جس طرح کی حالت اہل مغرب کی تھی یعنی ان کے بارے میں وہی فیصلہ کیا گیا تھا جو فیصلہ اہل مغرب کے بارے میں کیا گیا تھا کہ ظالموں کو سزادی جائے گی اور مؤمنین کے ساتھ احسان کیا جائے گا۔

چوتھا معنی یہ ہے آیت میں لفظ " کذلک " سے کلام تام ہوگیا جس کا معنی یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان لوگوں کی

حالت تو اسی طرح تھی جس طرح ان کو ذوالقرنین نے دیکھا تھا پھر اس کے بعد فرمایا کہ "وقد احطنا بما لدیہ خبرا" کہ ہم تو ان کی حالت سے پہلے ہی باخبر تھے۔"

(ثم اتبع سببا) پھر مشرق اور مغرب کے مابین والے راستے پر روانہ ہوئے (حتی اذا بلغ بین السدین) یہاں تک کہ جب دو پہاڑوں کے بیچ تک پہنچ گئے لفظ سدین میں دو لغت ہیں سین کے ضمہ اور فتحہ کے ساتھ ایک قول یہ ہے کہ جو پہاڑ یا دیوار کسی انسان نے بنائی ہو تو پھر "سدین" فتحہ کے ساتھ پڑھا جائے گا اور جو اللہ تعالیٰ کا بنایا ہوا ہو تو پھر سدین ضمہ کے ساتھ ہوتا ہے اور اس طرح "یس" میں قراءت ضمہ اور فتحہ کے ساتھ ہے۔ امام رازیؒ نے بیان کیا ہے کہ یہ بات زیادہ ظاہر ہے کہ سدین کی جگہ شمال کی جانب ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ مکان سرزمین ترک میں ہے۔ محمد بن جریر طبری نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ آذربیجان کے بادشاہ کے پاس اس کے فتح کے زمانہ میں مقام خرز کی جانب سے اس دیوار کے پاس سے ایک آدمی آیا تھا جس نے اس کو دیکھا تھا چنانچہ اس نے اس کے بارے میں یہ بتایا تھا کہ یہ ایک گہرے ، مضبوط اور محفوظ خندق کے پیچھے ایک بہت ہی اونچی عمارت ہے۔

ابن خرداد نے اپنی کتاب المسالک والممالک میں لکھا ہے کہ واثق باللہ نے خواب میں دیکھا کہ گویا کہ اس نے اس علاقے کو فتح کیا ہے پس اس نے اپنے کچھ خادم وہاں کا معاینہ کرنے کے لئے بھیجے تو سب ایک دروازے سے نکل کر وہاں پہنچے اور وہاں کا مشاہدہ کر کے بتایا کہ وہ لوہے کی اینٹوں سے بنائی گئی ایک عمارت ہے جس کو پگھلے ہوئے تانبے کے ساتھ مضبوط کیا گیا ہے جس کا دروزہ تالا بند ہے پھر یہ لوگ واپس ہونے کی کوشش کریں گے تو ثبوت ان کو سمرقند کے ایک میدان جو اس کے بالکل متصل ہے پر سے نکالیں گے۔ ابوریحان نے کہا ہے کہ اس بحث سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اس کی جگہ شمال مغربی طرف کے درمیان میں ہے۔

(وجد من دونهما) اس میں دون امام کے معنی میں ہے کہ اس نے ان دو پہاڑوں کے سامنے پایا اور تفسیر کبیر میں من دونھما کا معنی من ورائھما کے ساتھ کیا ہے کہ ذوالقرنین نے ان پہاڑوں کے پیچھے ایک ایسی قوم دیکھی جن کی باتیں نہیں سمجھ سکتے تھے۔ (قوما لایکادون یفقهون قولا) قوم یعنی لوگوں میں سے ایک امت اور "یفقھون" یہ فعل فقہ یفقہ ثلاثی مجرد سے یا افقہ یفقہ ثلاثی مزید سے ہے اور اگر مجرد سے ہو تو معنی یہ ہوگا کہ وہ لوگ اپنی زبان کے علاوہ زبان کو نہیں جانتے تھے اور یہ لوگ ذوالقرنین کی زبان نہیں سمجھتے تھے۔ اور اگر یہ فعل ثلاثی مزید سے ہو تو پھر اس کا معنی یہ ہوگا کہ وہ لوگ اپنی زبان اپنے علاوہ لوگوں کو سمجھانے پر قادر نہیں تھے اس لئے ان کی زبان بہت اجنبی اور غیر مشہور تھی (قالوا یاذالقرنین ان یاجوج وماجوج مفسدون فی الارض) اگر اس آیت کے بارے میں یہ اعتراض کیا جائے کہ سکندر ذوالقرنین ان کی یہ بات کیسے سمجھ سکے؟ جب کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا کہ وہ کسی بات کو نہیں سمجھ سکتے تھے۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ لفظ "کاد" کے بارے میں دو قول ہیں ایک تو یہ کہ اس کا اثبات نفی کا معنی دیتا ہے اور نفی اثبات کا معنی دیتا ہے تو اس وقت "لایکادون یفقھون قولا" کا معنی یہ ہوگا کہ یہ اس بات پر دلالت نہیں کرتی کہ وہ کسی چیز کو نہیں سمجھ

سکتے تھے بلکہ یہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ وہ مشقت اور تکلیف سے واقف نہیں تھے۔[۱۲] دوسرا قول یہ ہے کہ "کاد" قرب کے معنی میں ہو تو اس قول کے مطابق اس کا معنی ہوگا کہ وہ یہ نہیں جانتے تھے کہ ان کے قریب ایسے لوگ بھی ہیں جو ان کی زبان سمجھتے ہیں پس اس قول کے مطابق ضمیر کا لانا ضروری ہوگا لہٰذا تقدیر کلام اس طرح ہوگا کہ "لایکادون یفقھونہ الا بعد تقریب ومشقۃ ونحوھا اور اس آیت سے استدلال پکڑنا درست بنتی ہے کہ کاد کی تفسیر کے بارے میں پہلا قول درست ہے۔"[۱۳]

"ان یاجوج وماجوج مفسدون فی الارض "اس آیت کے بارے میں باب کے شروع میں یاجوج اور ماجوج کے تعارف اور ان کے فساد پر بحث گزر چکی ہے۔(فھل نجعل لک خرجا) خرجا کو حمزہ اور کسائی نے خراجا پڑھا ہے جب کہ باقی قراء اس کو خرجا پڑھتے ہیں ایک قول کے مطابق خرجا اور خراجا دونوں کا معنی ایک ہی ہے اور دوسرے قول کے مطابق خرج مال کے مقرر کرنے کو کہتے ہیں اور خراج اس مال کو کہتے ہیں جو بادشاہ وقت لازم کرتا ہے قطرب نے کہا ہے کہ خرج جزیے کا نام ہے جب کہ خراج زمینی پیداوار میں ہوتا ہے۔ امام فراء نے کہا ہے کہ خراج اسم اصلی ہے جب کہ خرج مصدر ہے (علی ان تجعل بیننا وبینھم سدا) کہ تو ہمارے اور یاجوج اور ماجوج کے مابین ایک دیوار بنادے (قال مامکنی فیہ) ذوالقرنین نے کہا کہ مال اور بادشاہت پر جو قدرت میرے رب نے عطا کی ہے وہ اس چیز سے بہتر ہے جو تم اس مال میں سے میرے واسطے خرچ کروگے پس میرے لئے اس میں کوئی حاجت اور ضرورت نہیں ہے اور میں تمہارے لئے اس دیوار کو بطور احسان کے بناؤں گا اور آپ کا یہ قول حضرت سلیمان علیہ السلام کے اس فرمان کی طرح ہے جس کا ذکر قرآن مجید میں ہوا ہے" فما اٰتانی اللہ خیرا مما اٰتاکم "کہ جو کچھ مجھے اللہ تعالیٰ نے عطا کیا ہے وہ اس سے بہتر جو تم کو عطا کیا ہے "اس کے بعد ذوالقرنین نے فرمایا (فاعینونی بقوۃ اجعل بینکم وبینھم ردما) قوۃ سے مراد آدمی اور آلات ہیں کہ تم میری مدد آدمیوں اور آلات سے کرلو تو میں تمہارے لئے یہ دیوار بنادوں گا اور ایک معنی یہ بھی کیا گیا ہے کہ تم میری مدد اس چیز کے ساتھ کرو جو میں اس کو اس مقصد میں لگاؤں گا اور میں مال کا مطالبہ نہیں کرتا کہ اس کو اپنے لئے لے لوں اور ردم سد یعنی مانع اور دیوار کے معنی میں ہے جو ایسے مانع کو کہتے ہیں جس سے حفاظت ہوسکتی ہو۔"[۱۴]

(واحد زبرۃ وھی القطع) زبر یہ زبرۃ کی جمع ہے جو ٹکڑوں کو کہتے ہیں لفظ قطع قاف کے کسرہ اور طاء کے فتحہ کے ساتھ ہے اور یہ "اٰتونی زبر الحدید" کی تفسیر ہے کہ زبر زبرۃ کی جمع ہے جو ٹکڑے کو کہتے ہیں امام خلیل نے کہا ہے کہ زبرۃ لوہے کے بڑے ٹکڑے کو کہتے ہیں (ویقال عن ابن عباس) اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا گیا ہے اور یہ قول کمزور ہے اس لئے اس میں صیغہ ہی مجہول کا لایا ہے جو صیغۂ تمریض کا شمار ہوتا ہے (والسدین الجبلین) ابن ابی حاتم نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے یہ حدیث موصلا ذکر کی ہے اور کہا گیا ہے کہ "صدفان" پہاڑ کے دونوں اطراف کو کہتے ہیں اس لئے کہ یہ دونوں ایک دوسرے کے مقابل تھے۔(خرجا اجرا) اللہ تعالیٰ کے اس فرمان "فھل نجعل لک خرجا) میں خرجا کی تفسیر امام بخاریؒ نے "اجرا" کے ساتھ بیان کی ہے (قال انفخوا حتی اذا جعلہ) جعلہ کی ضمیر الحدید کی طرف راجع ہے (نارا) چنانچہ انہوں نے دھونکنیاں لگائی یہاں کہ انہوں نے اس لوہے کو آگ کی طرح بنادیا (قال اٰتونی افرغ

علیه اقطرا اصبب رصاصا) "اصبب رصاصا "اس میں "قطرا" کی تفسیر ہے کہ ان کو میرے پاس لاتے جاؤں تاکہ میں ان پر تانبا ڈالو اور ایک تفسیر اس کی لوہے کے ساتھ کی گئی ہے اور "الصفر" صاد کے ضمہ کے ساتھ ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی تفسیری "نحاس "[۱۵] کے ساتھ بیان کی ہے۔ "رصاص" [۱۶] کا افغانی ترجمہ قلعی، "صفر" [۱۷] کا ترجمہ زیڑ اور "نحاس" [۱۸] کو تانبہ کہتے ہیں جب کہ حدید کا معنی تو ظاہر ہے۔

نتائج البحث :

ذوالقرنین کا قصہ قرآن مجید میں مومنین کے لیے ہدایت و نصیحت کے طور پر بیان ہوا ہے۔ یہ قصہ اللہ کی قدرت کی نشانیوں پر روشنی ڈالتا ہے اور مومنوں کے اپنے رب پر ایمان کو مضبوط کرتا ہے۔ تاہم، اس قصہ کے کچھ ایسے پہلو ہیں جو آسانی سے سمجھ میں نہیں آتے اور اہل علم ان کی مختلف تشریحات کرتے رہے ہیں۔ مولانا عبدالخالق باجوڑی کا شمار ان علماء میں ہوتا ہے جنہوں نے قصہ ذوالقرنین کو سمجھنے میں مشکلات القرآن کو دور کرنے کے لیے اپنے انداز میں تشریح فراہم کی۔ مقالہ ہذا میں ذوالقرنین کو دی گئی طاقت اور اختیار کے حوالے سے قرآنی حوالوں پر بھی بحث کی گئی ہے، جو اس بات کی نشاندہی کرتی ہے کہ اللہ نے ذوالقرنین کو زمینوں پر صلاحیتیں اور غلبہ عطا کیا تھا۔ قصہ ذوالقرنین میں پانی میں غروب آفتاب کے حوالے سے ایک اعتراض ملتا ہے، اس تصور کو سمجھنے کے لیے مختلف اہل علم کی تشریحات اور توجیہات علامہ باجوڑی نے پیش کی ہیں جس سے اس قصہ کو صحیح انداز میں سمجھنے میں راہ ملتی ہے۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

حوالہ جات (References)

---

1 : الکھف: ۸۴

2 : الکھف: ۸۴

3 : الکھف: ۸۵ - ۹۷

4 أبو عبداللہ محمد بن عمر الرازي الملقب بفخر الدين الرازي، مفاتيح الغيب أو التفسير الكبير دار إحياء التراث العربي –بيروت، الطبعة: الثالثة- ۱۴۲۰ھ- (۲۱/ ۳۱)

5 تفسير الرازي = مفاتيح الغيب أو التفسير الكبير (۲۱/ ۴۹۶)

6 ایضا

7 ایضا

8تفسیر الرازي=مفاتیح الغیب أو التفسیر الکبیر (۲۱/ ۴۹۷)

9 ایضا

10تفسیر الرازي=مفاتیح الغیب أو التفسیر الکبیر (۲۱/ ۴۹۸)

11 : ایضا

12تفسیر الرازي=مفاتیح الغیب أو التفسیر الکبیر (۲۱/ ۴۹۹)

13 ایضا

14تفسیر الرازي=مفاتیح الغیب أو التفسیر الکبیر (۲۱/ ۴۹۹)

15 محمود بن حمزة بن نصر، الکرماني، ویعرف بتاج القراء، غرائب التفسیر وعجائب التأویل، دار النشر: دار القبلة للثقافة الإسلامیة - جدة، مؤسسة علوم القرآن — بیروت، (۲/ ۹۲۸)

(۱)قلعي

(۲)زیٖ

(۳)تانبہ